رسائل و مسائل

احادیثِ دجّال

سوال:- آپ نے تفہیمات حصہ اول صفحہ ۲۲۱ پر سورۂ نجم کی ابتدائی آیات مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ

(بقیہ اسلام اور ہمارا قانونی نظام)

كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ (المائدہ - ۸۱)

عذاب میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اگر ایمان لاتے ہوتے اللہ پر، نبی پر اور اس پر جو اتارا گیا ہے اس کی طرف، نہ پکڑتے انہیں دوست اور لیکن ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

نہیں منع کرتا تمہیں اللہ ان لوگوں سے کہ نہیں لڑے وہ تم سے دین کے بارے میں اور نہیں نکالا انہوں نے تمہیں اپنے گھروں سے کہ تم ان سے حسن سلوک کرو اور عدل کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ منع تو کرتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں سے جنہوں نے جنگ کی ہے تم سے دین کے معاملے میں اور نکالا ہے تمہیں تمہارے گھروں سے اور مدد کی ہے تمہارے اخراج پر کہ تم ان سے دوستی جوڑو اور جو انہیں رفیق بنائے وہی لوگ ظالم ہیں۔

ان نصوصِ صریحہ کے باوجود اور ان احکامِ مغنیہ کے علی الرغم ہمارے حکام اور زعماء انگریزوں، فرانسیسیوں اور امریکنوں روسیوں اور دوسرے اعدائے اسلام سے دوستی کا دم بھرتے ہیں اور ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ مسلمانوں سے لڑتے ہیں، بلادِ اسلامیہ پر بجبر مسلط ہیں اور ان پر انواع و اقسام کے مظالم ڈھا رہے ہیں۔ ہمارے حکمران ان لوگوں کی خوشامد میں عزوجاہ کی تلاش کرتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

وَمَا غَوٰی ۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

"ان آیات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر نطقِ رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جا سکتا ہو۔ ہر وہ بات جس پر نطقِ رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے آیاتِ مذکورہ کی بنا پر وحی ہوگی"

پھر رسائل و مسائل صفحہ ۵۵ پر دجال کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے:-

" دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اور اس کی یہ اور یہ صفات ہونگی اور وہ ان ان خصوصیات کا حامل ہو گا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہو گا کہاں ظاہر ہو گا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظہورِ دجال اور صفات و خصوصیاتِ دجال کے متعلق حضور کے جو ارشادات ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ علم وحی پر مبنی ہیں۔ بخلاف اس کے ظہورِ دجال کے زمانہ و مقام کے بارے میں روایات باہم متعارض ہیں جن میں تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ علم وحی پر مبنی نہیں ہیں"

اسی سلسلے میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں۔

" یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی تھیں"

آپ کی مندرجہ بالا تحریروں سے صاف واضح ہے کہ یہ باہم متناقض ہیں۔ پہلی تحریر میں تو آپ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ بات جس پر نطقِ رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے علم وحی پر مبنی ہوگی۔ لیکن دوسری تحریر میں آپ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات ایسے بھی ہیں جو علم وحی پر مبنی نہیں ہیں۔ مثلاً ظہورِ دجال کے زمانہ و مقام کے بارے میں آپ کے ارشادات حالانکہ

ان ارشادات پر نطقِ رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

نیز مندرجۂ ذیل سوالات بھی جواب طلب ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن ارشادات کی تائید قرآن میں موجود نہیں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ علم وحی پر مبنی ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کا یہ جواب ہو، جیسا کہ آپ کی مندرجۂ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ جو ارشاداتِ نبوی باہم متعارض نہیں ہیں وہ مبنی بر علم وحی ہیں اور جو باہم متعارض ہیں وہ مبنی بر علم وحی نہیں ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کتب احادیث میں ایسی کئی متعارض احادیث ہیں جن کے بارے میں ائمہ امت کا عقیدہ ہے کہ وہ علم وحی پر مبنی ہیں اور جن سے انہوں نے مسائل کا استنباط بھی کیا ہے۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟

(۲) آپ کا یہ قول کہ "آپ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر حرف آتا ہو" میرے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ غلط گمانوں میں الجھنا ایک فلسفی کا کام تو ہو سکتا ہے لیکن نبی کا منصب اس سے بدرجہا اعلیٰ، بلند اور پاک ہے۔ اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فلاں گمان غلط تھا تو گویا ہم نے مان لیا کہ آپ فلاں موقع پر ہدایت خداوندی حاصل نہ کر کے گمراہ ہو گئے۔ اور لہٰذا آپ صلعم آیت ماضل صاحبکم وما غوی کے صحیح مصداق نہیں تھے۔

ازراہِ کرم ان سوالات کا جواب ترجمان القرآن میں شائع کر دیں تاکہ قارئین بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

جواب:- میں نے آیت وما ینطق عن الھوی کا جو مفہوم تفہیمات حصہ اول میں بیان کیا ہے اس کی پوری تفصیل آپ نے دیکھنے کی زحمت نہیں اٹھائی اور صرف ایک فقرے پر اکتفا فرما لیا۔ اسی وجہ سے آپ کو اس میں اور میری بعد کی ایک تحریر میں تناقض محسوس ہوا۔ براہ کرم اسی کتاب کے صفحات ۸۵ تا ۸۹ - ۲۲۰ تا ۲۲۲ - ۲۳۸ تا ۲۴۰ - ۲۴۴ - اور ۲۵۸ تا ۲۵۹ بغور ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے سامنے میرا پورا مدعا آ جائیگا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال

میں وحی خفی کی کارفرمائی کس معنی میں تھی اور یہ بھی کہ حضورؐ کی بعض باتوں کے وحی پر مبنی ہونے اور بعض کے نہ ہونے کا مطلب کیا ہے۔

اس کے بعد ضرورت تو نہیں رہتی کہ آپ کے اُن سوالات کا جواب دیا جائے جو آپ نے آخر میں کیے ہیں، لیکن میں صرف اس لیے ان کا جواب حاضر کیے دیتا ہوں کہ پھر کوئی الجھن باقی نہ رہ جائے۔

(۱) مَیں نے اپنی تحریر میں یہ کہیں نہیں کہا کہ ارشاداتِ نبوی کے مبنی بر وحی ہونے یا نہ ہونے کے لیے تعارض کا عدم اور وجود کوئی واحد یا حتمی قرینہ ہے، اور نہ میری تحریر کا منشا یہ ہے کہ جن اقوال مبارکہ میں کسی طرح کا تعارض یا اختلاف نظر آئے میں اُن کے مبنی بر وحی ہونے کا انکار کرتا ہوں۔ بعض اوقات ایسے ارشادات میں بھی بظاہر اختلاف نظر آتا ہے جن کا دیگر قرائن کی بنا پر مبنی بر وحی ہونا واضح ہوتا ہے مگر ایسی صورت میں اختلاف کو تاویل و تطبیق سے بآسانی رفع کیا جا سکتا ہے یا ان میں سے ایک کا ناسخ اور دوسرے کا منسوخ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض روایات میں تعارض کا وجود مطلقاً نہ ہو مگر دوسرے قرائن ان کا علی سبیل الرائے ہونا بالکل واضح کر دیں۔ میں نے جو بات کہی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ مبنی بر وحی ارشادات ناقابلِ توجیہ تعارض سے پاک ہوتے ہیں اور جو ارشادات وحی پر مبنی نہیں ہوتے اُن میں منجملہ دیگر قرائن کے بعض اوقات ایک قرینہ تعارض کا بھی پایا جاتا ہے۔

(۲) یہ امر کہ حضورؐ کی کون سی بات ظن یا ذاتی رائے پر مبنی ہے اور کونسی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم پر، اس کا اظہار بسا اوقات حضورؐ کی اپنی تصریحات سے ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات دوسرے قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً یہی احادیث جو دجّال کے متعلق وارد ہوئی ہیں، ان میں یہ بات حضورؐ کی اپنی ہی تصریحات سے معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو اُس کے مقام، زمانے اور شخصیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم نہیں دیا گیا تھا۔ ابن صیاد کے متعلق آپ کو اتنا قوی شبہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے آپ کی موجودگی میں قسم کھا کر اسے دجّال قرار دیا اور آپ نے اس کی تردید نہ کی، مگر جب انہوں نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا ان یکنہ فلن تسلط علیہ وان لم یکنہ فلا خیر لك فی قتلہ "اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہ پا سکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کے قتل میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں" (مسلم۔ ذکر ابن صیاد)۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ نے

دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم" اگر وہ میری موجودگی میں نکلے تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کرونگا، اور اگر وہ ایسے زمانے میں نکلے جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوں تو ہر آدمی اپنی طرف سے خود ہی اس کا مقابلہ کرے اور اللہ میرے پیچھے ہر مسلم کا نگہبان ہے" (مسلم، ذکر الدجال) تمیم داری نے اپنے ایک بحری سفر میں دجال سے اپنی ملاقات کا قصہ جب آپ کو سنایا تو اس کی بھی آپ نے تصدیق یا تکذیب نہیں فرمائی بلکہ یہ فرمایا کہ اعجبنی حدیث تمیم انہ وافق الذی کنت احدثکم عنہ "مجھے تمیم کا بیان پسند آیا، وہ موافقت رکھتا ہے اس بات سے جو میں دجال کے متعلق تم سے بیان کیا کرتا تھا" پھر آپ نے اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن، لا بل من قبل المشرق "مگر وہ بحر شام یا بحر یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے" (مسلم، قصۃ الجساسہ)۔ یہ سب روایات اپنا مفہوم خود واضح کر رہی ہیں۔

(۳) دوسرے سوال میں آپ نے ایک بڑی سخت بات کہی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ایسی بات کہنے سے پہلے کتاب و سنت سے اس کی تحقیق کر لیتے۔ قرآن مجید حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق کہتا ہے وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ "اور مچھلی والا جب کہ وہ غصے میں آکر چلا گیا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اسے تنگ نہ پکڑیں گے" (الانبیاء۔ رکوع ۶)۔ یہاں ایک نبی کے لیے اللہ تعالیٰ خود ظن کا لفظ استعمال کر رہا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے قرآن مجید میں بتا دیا ہے کہ ان کا یہ ظن صحیح نہ تھا۔ صحیح مسلم میں کتاب الفضائل کے تحت ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا علی سبیل الرای" باب اس امر کے بیان میں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی طریقہ پر جو کچھ فرمایا ہو اس کا امتثال واجب ہے نہ کہ اس بات کا جسے آپ نے دنیوی معاملات میں اپنی رائے کے طور پر بیان کیا ہو" اس باب میں امام موصوف... حضرت طلحہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت عائشہ اور حضرت انس کے حوالہ سے یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ جب حضور مدینے تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ اہل مدینہ مادہ کھجوروں پر نر کھجور کا پیوند لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا